ایک عالمگیر سازش کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو نشانہ بنانے میں سعودی حکومت کا سیاسی کردار

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ رمئی ۱۹۸۹ء بمقام ناصر باغ فرینکفرٹ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

گزشتہ ایک خطبے میں میں نے پاکستان کے تازہ حالات سے متعلق تبصرہ کیا تھا اور ان چند اندرونی محرکات کا ذکر کیا تھا جن کے نتیجے میں سیاستدان ایک دفعہ پھر جماعت احمدیہ پر ظلم کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے میں بعض مزید وضاحتیں کرنی چاہتا ہوں تا کہ تمام دنیا کے احمدیوں کو خوب اچھی طرح معلوم ہو کہ ان سے کیا ہو رہا ہے، کیوں ہو رہا ہے؟ کون سی طاقتیں اس ظلم میں ملوث ہیں اور آئندہ ان کو کس قسم کے خطرات سے متنبہ رہنا چاہئے اور ان کے خلاف ابھی سے تیاری کرنی چاہئے۔

دنیا میں سیاست جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا اندھی ہوتی ہے کیونکہ خودغرضی کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ خودغرضی کی آنکھ اندر کی طرف کھلتی ہے اور باہر کی کوئی آنکھ نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے سیاستدان خواہ کتنا ہی شاطر کیوں نہ ہو، کتنا ہی ہوشیار اور صاحب تجربہ کیوں نہ ہو جب اس کا ذاتی مفاد دنیا کے دیگر مفادات اور تقاضوں سے ٹکراتا ہے تو ہمیشہ اس کی آنکھ اپنے ذاتی مفاد کی طرف لگ جاتی ہے اور اسے اس وقت کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ یہ وہ سیاست کی بنیادی کمزوری ہے جس نے پاکستان کے حالات بگاڑنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے اور یہی وہ سیاست کی بنیادی کمزوری ہے

جو عالمگیر سطح پر قوموں کے تعلقات بگاڑنے اور دنیا کے امن خراب کرنے کی ذمہ دار ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے جماعت احمدیہ تو صرف پاکستان کے اندرونی دشمنوں سے واسطہ ہی نہیں اور محض ان علماء تک بات نہیں ٹھہرتی جنہوں نے گویا قسمیں کھا رکھی ہیں کہ ہر صورت میں، ہر قیمت پر جماعت احمدیہ کی مخالفت کریں گے بلکہ ان علماء کو آج سیاستدانوں کی ایسی پشت پناہی حاصل ہے جیسے اس گزشتہ ایک سوسال میں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ ان کو اندرونی طور پر سیاستدانوں کی پشت پناہی حاصل ہے بلکہ یہ ایک نیا مضمون پاکستان کے سیاست کے اُفق پر اُبھرا ہے کہ وہ لوگ جو صاحبِ حکومت ہیں ان کی حمایت بھی ملّاں کو حاصل ہے اور وہ لوگ جو حکومت پر قابض لوگوں کے مخالف ہیں ان کی پشت پناہی اور حمایت بھی ملّاں کو حاصل ہے اور صرف اندرونی سیاستدان ہی کی نہیں بلکہ بیرونی سیاستدانوں کی بھی۔ اندرونی طاقت کی ہی نہیں بلکہ عظیم الشان بیرونی طاقتوں کی پشت پناہی بھی بالواسطہ ملّاں کو نصیب ہے۔ اس سلسلے میں میں کوشش کروں گا کہ بات کو اس طرح وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھوں کہ آسانی سے ہر ذہن کو خواہ اس کا علمی معیار کیسا ہی کیوں نہ ہو بات سمجھ آجائے۔

مرکزی نقطہ اس مسئلے کا سعودی عرب ہے۔ سعودی عرب کو آج کی دنیا میں ایک غیر معمولی سیاسی مقام نصیب ہوا ہے جو اس سے پہلے کسی اسلامی ملک کو اس طرح مرکزی حیثیت سے نصیب نہیں ہوا تھا۔ سعودی عرب کو تمام مغربی طاقتوں کی مکمل حمایت اور پشت پناہی نصیب ہے۔ اس سے پہلے مسلمان ممالک کا یہ حال ہوا کرتا تھا کہ کچھ بیرونی طاقتیں ان کی دوست ہوا کرتی تھیں اور کچھ دشمن ہوا کرتی تھیں۔ کچھ مغربی طاقتیں ان کی دوست ہوا کرتی تھیں اور کچھ مغربی طاقتیں ان کی دشمن ہوا کرتی تھیں لیکن اس وقت سعودی عرب کو ایک غیر معمولی مقام حاصل ہے جو مشرق اور مغرب کی آپس کی رقابت کے نتیجے میں ہے۔ وہ تمام مغربی طاقتیں جو مسلمان ممالک میں نفوذ چاہتی ہیں ان کی کوشش یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک میں سعودی عرب کا نفوذ پھیلے اور جہاں تک مسلمان ممالک کا تعلق ہے خواہ وہ کلیۃً مسلمان ہوں یا بعض ممالک میں مسلمانوں کی بھاری تعداد موجود ہو ان کو جو آواز بھی مکّے اور مدینے کے میناروں کی سنائی دیتی ہے۔ وہ اپنے خلوص میں، اپنے ایمان میں، اپنے دین سے محبت کے نتیجے میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی آواز ہے جو ان مقدس مقامات

کے مقدس میناروں سے سنائی دے رہی ہے۔ پس سب سے زیادہ نفوذ اگر کوئی ملک اسلامی دنیا میں کرسکتا ہے تو وہ سعودی عرب ہے۔ اس سے پہلے بھی سعودی عرب کو یہ عظمت کا مقام حاصل ہونا چاہئے تھا لیکن اس لئے نصیب نہیں ہوا کہ وہ ایک غریب ملک تھا جو خود لوگوں کی امداد پر پل رہا تھا اور ایک بہت لمبا عرصہ تک انگریزی حکومت نے اس ملک کو سہارا دیا۔ ان کی سیاست کے نقوش بنائے، ان کی بیرونی یعنی خارجہ پالیسی کو تشکیل کیا اور انگریز کی امداد ہی پر اس ملک کا نظم ونسق چلتا رہا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے آج دنیا کا ہر مؤرخ تسلیم کر چکا ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔ ایک لمبا عرصہ تک موجودہ سعودی خاندان کو اپنی حکومت کے بقاء کے لئے کلیۃً انگریز پر منحصر رہنا پڑا اور باقاعدہ وہ معاہدے جواب چھپ کر عوام کے سامنے آچکے ہیں ان میں یہ باتیں تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں، وہ شرائط مذکور ہیں جن کے نتیجے میں یہ کبھی بھی اپنی خارجہ پالیسی میں آزاد نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے بعد پھر ایک ایسا وقت آیا جب کہ اس ملک میں تیل کی دولت نکل آئی اور تیل کی دولت نے اس کو ایک قسم کا ایک آزادی کا مقام عطا کیا۔ اقتصادی طور پر اب یہ کسی دوسرے ملک کا مرہون منت نہیں رہا اور تیل کی دولت اتنی تھی کہ اس ملک کے لئے ناممکن تھا کہ اس دولت کو خود سنبھال سکے۔ چنانچہ مجبوراً امریکہ کی طرف رجوع کرنا پڑا اور تقریباً تمام تر دولت امریکہ کے بنکوں کے سپرد کر دی گئی۔ چونکہ اس خاندان کو اپنی سیاسی بقاء کے لئے بھی اس غیر معمولی دولت کی وجہ سے غیر معمولی خطرات درپیش ہوئے اس لئے ان کے لئے لازم تھا کہ اپنی بقاء کی خاطر بھی کسی غیر ملک کی طرف رجوع کریں اور ان کا سہارا لیں۔ پس جس کے پاس کسی کے پیسے ہوں اسی کی طرف رجوع کیا کرتا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اپنی امانت کسی اور کے پاس رکھوائی ہو اور دوستیوں کی پینگیں کسی اور سے بڑھائی جائیں۔ پس یہ دو باتیں ایک مقام پر اکٹھی ہوگئیں اور دن بدن سعودی عرب کا انحصار امریکہ پر زیادہ سے زیادہ ہوتا چلا گیا۔ اسی طرح ان مغربی قوموں پر جن کے پاس ان کی دولت کا کچھ حصہ تھا یا جن سے تعلقات کے نتیجے میں ان کو فوجی امداد اور حمایت حاصل ہونے کی توقع تھی ان کے تعلقات بڑھنے شروع ہوئے۔

پس ایک طرف یہ صورتحال تھی کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکزی ملک اور سب سے بڑا قابل احترام ملک ان لوگوں کی طرف دوستیوں کے ہاتھ بڑھاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا جن کی اسلام دشمنیاں تاریخی طور پر ثابت ہیں اور ایک بڑا ابھاری تضاد دکھائی دینے لگا تھا جس کو مسلمان ممالک کے

باشندے یقیناً تعجب اور حیرت کے ساتھ دیکھتے کہ کیا وجہ ہے کہ اسلام کا قلعہ وہ عظیم الشان ملک جس کو خدا نے آغاز ہی سے اسلام کی خدمت کے لئے چنا تھا۔ اس کا تمام تر انحصار اس کی دوستیاں، اس کے تعلقات، اس کے روابط سب اسلام دشمن طاقتوں سے ہیں۔ اس صورتحال کا ایک ہی حل ممکن تھا کہ سعودی عرب کے مسلمان ہونے کی تصویر کو نمایاں کر کے مسلمان ممالک کے سامنے پیش کیا جائے اور غیر معمولی طور پر اسے اسلام کا نمائندہ، اسلام کا حمایتی، اسلام کا پشت پناہی کرنے والا ملک بنا کر دکھایا جائے۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی کو تشکیل دیا گیا اور اس تشکیل میں بہت بڑی بڑی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے ذریعے سعودی عرب کی معرفت غریب مسلمان ممالک کو بہت سی دولتیں تقسیم کی گئیں اور صرف یہی نہیں تھا بلکہ ایسی حیرت انگیز چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا گیا کہ اس کے نتیجے میں محض دولت ہی دوسرے ملکوں تک نہ پہنچے بلکہ سعودیہ کا مذہبی رسوخ بھی ان تک پہنچے۔ یعنی ایک تو اگر ویسے ہی کوئی ملک کسی کو دولت دے تو اس کے لئے دل میں نرم گوشے پیدا ہو ہی جایا کرتے ہیں لیکن صرف یہی نہیں کیا گیا بلکہ دولت کو اس طریق پر ان ملکوں میں استعمال کیا گیا کہ جس کے نتیجے میں سعودی فرقے یعنی وہابیت کو بھی فروغ نصیب ہو۔ چنانچہ اس سعودی روپے کے ذریعے ان غریب ممالک میں بھی جہاں شدید اقتصادی بحران تھے، جہاں انڈسٹری یعنی کارخانوں کا کلیۃً فقدان تھا اور ملک اپنی بقاء کے لئے ترقی یافتہ مغربی ممالک پر انحصار کرتے تھے ان کو بھی سعودی روپیہ ان کی انڈسٹری کو تقویت دینے کے لئے نہیں دیا گیا بلکہ ان کے ہاں مسجدیں بنانے اور مدارس بنانے پر استعمال ہوا۔ اس سے سعودی حکومت کے پشت پناہوں کو دوہرا فائدہ نصیب ہوا۔ اوّل یہ کہ اگر یہ روپیہ جو بے انتہاء ہے۔ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے عام حالات میں کہ سعودی دولت کتنی بڑی ہے۔ اگر یہ روپیہ یا اس کا بہت معمولی حصہ بھی تیسری دنیا کے غریب ممالک کو اقتصادی طور پر مغربی چنگل سے چھڑانے پر استعمال کیا جاتا تو بلاشبہ سعودی عرب کو ایک غیر معمولی ہر دلعزیزی تو نصیب ہوتی لیکن سعودی عرب کے دوستوں کے مفاد کے یہ بات خلاف تھی اور ان کو شدید نقصان پہنچتا کیونکہ آج کی دنیا میں ترقی یافتہ قومیں حکومتیں بھی کرتی ہیں تو اقتصادی مقاصد کے لئے محض حکومت کے شوق میں نہیں کرتیں۔ تمام دنیا کی سیاست اقتصادیات کے ساتھ اس طرح باہم اُلجھ چکی ہے کہ سیاست اور اقتصادیات گویا ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ پس سعودی عرب نے غریب ممالک کو خصوصاً

ان ممالک کو جہاں مسلمانوں کی کثرت تھی یا ایک بھاری تعداد موجود تھی اس طرح روپیہ دینا شروع کیا کہ وہاں عظیم الشان مساجد تعمیر کی گئیں اور پھر ان مساجد کو آباد کرنے کے لئے دینی مدارس قائم کئے گئے اور دینی مدارس کے ذریعے جو بھی علماء فارغ التحصیل ہوا کرتے تھے ان کو سعودی روپے پر مختلف مساجد میں امام بنایا گیا۔ چونکہ سعودی عرب کو دولت کی فراوانی کی وجہ سے باقی تمام مذہبی جماعتوں پر ایک فوقیت حاصل ہے اس لئے کوئی اور مذہبی جماعت ان فارغ التحصیل ائمہ کو اتنی رقوم تنخواہوں اور گزاروں کی صورت میں نہیں دے سکتی تھی جتنا سعودی عرب دے سکتا تھا چنانچہ کثرت کے ساتھ ان ممالک نے بھی سعودی نفوذ کا جال پھیلا دیا گیا جہاں اس سے پہلے وہابیت کا لفظ قابل نفرت سمجھا جاتا تھا۔

جماعت احمد یہ کیسے اس مضمون میں داخل ہوئی ؟ اگر چہ جتنا حصہ میں نے مضمون کا بیان کیا ہے ابھی تشنۂ تکمیل ہے اور بہت لمبی اور گہری سازش ہے، بہت وسیع سازش ہے جس کو بیان کرنے کے لئے ایک لمبا وقت درکار ہے لیکن کیونکہ میں دراصل اس مضمون پر گفتگو نہیں کر رہا بلکہ جماعت احمدیہ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ آپ اس بین الاقوامی تعلقات کے روابط میں کیسے داخل ہوئے اور کیوں آپ کو خاص طور پر مظالم کا نشانہ بنانے کے لئے چن لیا گیا؟

سعودی عرب نے جس ملک میں بھی نفوذ کیا ہے وہاں اگر براہ راست علماء کو خریدتا یا براہ راست ان کو وہابیت کی تعلیم دیتا تو ہر گز بعید نہیں تھا کہ سعودی عرب کی ان کوششوں کے خلاف وہاں کے مسلمانوں میں شدید ردعمل پیدا ہو جاتا۔ مثلاً ترکی ہے۔ ترکی کی سعودی عرب سے قدیم رقابتیں ہیں اور بڑی شدید رقابتیں ہیں، سیاسی سطح پر بھی اور مذہبی سطح پر بھی۔ ترکی ایک حنفی المسلک ملک ہے اور ترکیوں کو حنفی مذہب سے بے حد محبت ہے اور وہ سمجھتے ہیں وہابیت حنفیت کی دشمن ہے۔ پھر ترک وہ قوم ہے جنہوں نے سال ہا سال بلکہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں سال تک اسلام کے لئے ایک عظیم قلعہ کا کام دیا ہے اور ایک وقت میں یہ اتنی عظیم الشان سیاسی طاقت کے طور پر دنیا پر اُبھرے کہ اسلامی ممالک اور مغربی ممالک کے درمیان اگر کوئی فصیل تھی تو وہ ترکوں کی فصیل تھی اور عرب ممالک پر بھی دیر تک انہوں نے حکمرانیاں کیں۔ سعودی عرب نے جب یہ انگریزوں کے زیر اثر تھا خاص طور پر ترکوں کی حکومت کو عربوں میں کمزور کرنے کے لئے نمایاں کردار ادا کیا اور ان کے جو گورنر مقرر تھے

مختلف مسلمان ممالک میں جب وہاں بغاوتیں کروائی گئیں تو ترکی سے وہاں تک کہ رابطے چونکہ لمبے تھے فاصلوں کے لحاظ سے اس لئے بیچ میں سعودی عرب کے سپاہی کہہ لیں یا تخریب کار کہہ لیں لیکن جو بھی ان کی شکل تھی وہ گروہ در گروہ ترکی قافلوں پر حملے کر کے ان کی مواصلات کو تباہ کرتے تھے اور یہ بات بھی ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے اس کو کوئی الزام تراشی نہیں کہہ سکتا۔ دنیا کا کوئی مؤرخ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اسی طرح ہوا اور انگریز کی ایما پر ایسا ہوا۔ چنانچہ ترک اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتے تھے اور ایک بہت لمبا عرصہ تک عرب دنیا سے جب ترکوں کو دوری اختیار کرنا پڑی ان حالات کی وجہ سے اس میں سب سے زیادہ نفرت ان کو سعودی عرب سے تھی۔

پس یہ دو نفرتیں اکٹھی تھیں یعنی مذہبی نفرت اور سیاسی نفرت اس لئے اگر سعودی عرب وہاں براہ راست داخل ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس کے خلاف شدید رد عمل ہوں گے لیکن اگر سعودی عرب اپنے روپے سے اینٹی احمدیہ لٹریچر تقسیم کروانا شروع کر دے اور جماعت کے خلاف نہایت گندے الزامات پر مشتمل کتابوں کی کثرت سے اشاعت کروائے خواہ وہ جماعت اسلامی کو اس غرض سے استعمال کرے یا کسی اور جمیعت کو استعمال کرے تو جن علماء تک وہ روپیہ پہنچتا ہے وہ اسے خوشی سے قبول کریں گے اور وہ سمجھیں گے کہ یہ تو ساری کوششیں ان کے نزدیک جو اسلام کی دشمن جماعت ہے اس کے خلاف ہو رہی ہیں اور جو ملک بھی ان کوششوں کی سربراہی کرے گا وہ اسلام کا دفاع کرنے والا ملک شمار ہوگا اور اسلام کا حمایتی شمار ہوگا۔ پس اس سلسلے میں جب مختلف جگہ پر اڈے قائم ہوں گے، ان کو روپیہ دینا پڑے گا تو بلا خوف لومۃ لائم کسی ملامت کرنے والے کے خوف سے بے نیاز ہو کر اس روپیہ کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح مصر میں بھی ایسا ہی کیا گیا، اسی طرح افریقن ممالک میں بھی ایسا ہی کیا گیا اور مختلف راستوں سے جو ہمیشہ ایک نہیں تھے۔ کبھی کسی تنظیم کے تابع، کبھی کسی دوسری تنظیم کے تابع۔ سعودی عرب نے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ایک نمایاں کردار ادا کرنا شروع کیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو افریقہ میں بھی سعودی عرب کو کوئی نفوذ حاصل نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ مالکی بھی وہابیت سے بہت سخت متنفر اور اس کے عروج سے خائف ہیں۔ چنانچہ آج بھی باوجود اس کے کہ احمدیت کی مخالفت کی شکل میں وہاں سعودی عرب نفوذ کر رہا ہے۔ مالکیوں میں ابھی ایک بے چینی کی لہر دوڑ چکی ہے اور وہ سمجھتے ہیں

کہ ان کے ملک کو سعودی نفوذ غیر مستحکم کر رہا ہے۔ پس سعودی نفوذ کی خاطر کوئی ایک ان کو ایسا مظلوم نشانہ چاہئے تھا جس کے اوپر حملے کرتے چلے جائیں اور عوام الناس مسلمان پر یہ اثر ڈالیں کہ یہ اسلام کی سب سے دشمن جماعت ہے اسے ہم نے جب نشانہ بنایا ہے تو گویا ہم اسلام کے سچے ہمدرد اور خیر خواہ اور اسلام کی حمایت کرنے والے اور پشت پناہی کرنے والے ہیں۔ اس طریق پر ان ممالک کے علماء کو پتا بھی نہیں لگا کہ ہم کن ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ چنانچہ آپ انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ پاکستان کے متعلق تو آپ واقف ہی ہیں۔ وہاں ہر اینٹی احمدیہ فساد کے لئے سعودی عرب استعمال ہوا ہے، سعودی عرب کا روپیہ استعمال ہوا ہے۔ ملائیشیاء میں آپ ان حالات کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے وہاں بھی بعینہ یہی شکل اُبھری ہے اور بنگلہ دیش میں بھی بعینہ یہی شکل اُبھری ہے اور مزید کوششیں مسلسل جاری ہیں۔

پس جہاں بھی جماعت احمدیہ کے خلاف منافرت پھیلائی جاتی ہے اور کثرت سے پیسہ استعمال کیا جاتا ہے وہاں سعودی عرب کا ہاتھ آپ کو دکھائی دے گا۔ اور جب ایک دفعہ اسلام کے چمپئن کے طور پر یہ ایک ملک میں نفوذ شروع کر دیتے ہیں تو پھر حکومتوں کو اس طرح مجبور کر دیتے ہیں اپنے ساتھ تعاون پر کہ ملین بعض دفعہ بلین ڈالر ان کو دیتے ہیں کہ یہ ہم تمہارے ملک میں اسلام کی ترقی کی خاطر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ بڑی بڑی شاندار مساجد بناؤ، بڑی بڑی یونیورسٹیاں بناؤ، بڑے بڑے مدارس قائم کرواور ان کا سارا خرچ ہم برداشت کرتے ہیں۔ ڈالرز میں تم ہم سے یہ رقم لے لو اور اپنی کرنسی میں جو بھی مقامی کرنسی ہے خرچ کرو ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی پرواہ نہیں ہے۔ چنانچہ تیسری دنیا کے ممالک جو غریب ہیں اور بہت حد تک ڈالر کے محتاج ہیں ان کو اس سے بہتر اور کیا سودا نظر آ سکتا ہے کہ ان کو ڈالر ملیں اور ان ڈالرز کے ذریعے اپنی کرنسی خرچ کر کے، ڈالرز کو اپنی بیرونی خرید وفروخت کے لئے استعمال کریں اور اپنی کرنسی خرچ کر کے مساجد اور مدارس بنوائیں ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ گزشتہ تقریباً بیس سال سے یا شاید بعض جگہ اس سے بھی زائد عرصہ سے مسلسل یہی کام ہے جو مختلف ممالک میں ہو رہا ہے اور سعودی نفوذ اور احمدیت کی دشمنی ایک ہی چیز کے دو نام بنے ہوئے ہیں۔ اب جہاں جہاں یہ سعودی نفوذ پھیلتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا جو بھی آواز وہاں بلند ہوتی ہے یہی سمجھا جاتا ہے کہ مکے اور مدینے کے میناروں سے آواز بلند ہو رہی ہے۔

مغربی طاقتیں اس لئے خوش ہیں کہ ان کو اس سے دوہرا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ مسلمان ممالک کو براہ راست وہ اپنے قابو کرنے کی کوشش کریں، ان کو اپنے تسلط میں لانے کی کوشش کریں تو یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ جہاں جہاں مغربی ممالک نے براہ راست مسلمان ممالک کو زیر اثر لانے کی کوشش کی ہے ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ وہیں وہیں اس تسلط کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہوئے۔ مثلاً آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جن کو یاد ہوگا کہ ایک وقت تھا کہ جب امریکہ نے براہ راست ڈیفنس پیکٹس کے ذریعے، دفاعی معاہدوں کے ذریعے مسلمان ممالک کی صف بندی کرنے کی کوشش کی اور سکیم یہ تھی کہ روس کے مقابل پر ایک دیوار قائم کر دی جائے جس میں سارے مسلمان ممالک جو امریکن فوجی امداد کے ذریعے طاقت حاصل کریں ایک نمایاں کردار ادا کریں۔ چنانچہ سنٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن (سیٹو) بنا بغداد پیکٹ ہوا۔ نیٹو کا ایک حصہ بھی اسی دائرے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان سارے ٹیکٹس کے نتیجے میں ان ممالک کی مسلمان حکومتوں کو کچھ فوجی تقویت تو حاصل ہوگئی لیکن امریکہ کا مقصد حاصل نہیں ہوسکا اور عوام الناس میں امریکہ کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہوگیا لیکن سعودی نفوذ کے نتیجے میں امریکہ کے خلاف ردعمل نہیں پیدا ہوسکتا کیونکہ سعودیت کو ایک مذہبی تعلق ہے مسلمان ممالک سے اور مسلمان ممالک ہمیشہ سعودیہ کی طرف عزت اور احترام سے دیکھتے ہیں خصوصاً اس وقت جب کہ سعودیہ ان کو پیسے بھی دے رہا ہو تو وہ عزت اور احترام بہت بڑھ جاتا ہے۔ پس کثرت کے ساتھ ان ممالک میں سعودی پیسے سے علماء پیدا ہونے شروع ہوئے جو دوڑتے تھے سعودیہ کی طرف مزید مالی منفعتوں کے لئے اور ان کے اخراجات پر اعلیٰ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ یہ وہ دور ہے جو مذہب کے نام پر دنیا کی طرف مسلمان ممالک کی جاری ہوئی جس میں سعودی عرب نے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

اب آپ یہ سوچئے کہ تمام مسلمان ممالک اگر عالم اسلام کی توحید کے نام پر سعودی عرب کے جھنڈے کے تلے جمع ہو جائیں اور اس کی آواز پر لبیک کہنا شروع کریں تو بظاہر یہ کتنا عظیم الشان اتحاد ہے عالم اسلام کا جس سے زیادہ خوبصورت تصویر ایک عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ یہ کہتا ہوگا کہ ہماری بلا سے اس کے پیچھے مغربی طاقتیں ہیں یا کوئی اور لوگ ہیں۔ ہمیں تو یہ پتا ہے کہ سعودی عرب نے وہ کام کر دکھایا جو گزشتہ سینکڑوں سالوں میں کوئی اور حکومت نہ کرسکی تھی اور بکھرے ہوئے

تمام دنیا کے مختلف جگہوں پہ پھیلے ہوئے مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور اس کے لئے بے شمار روپیہ خرچ کیا، دین کی طرف متوجہ کیا، دینی مدارس قائم کئے، مساجد آباد کرنے کی کوشش کی غرضیکہ سارے عالم اسلام کو ایک لڑی میں منسلک کر دیا اور پرو دیا۔ یہ ظاہری تصویر ہے جو ساتھ ساتھ اُبھرتی چلی جارہی ہے اور نظریں مکّے اور مدینے سے آگے نہیں جاتیں۔ بہت کم باشعور اور صاحبِ فکر لوگ ہیں جو یہ جان سکیں، جو یہ پہچان سکیں کہ وہ آوازیں جو مکّے اور مدینے کے میناروں سے وہ سن رہے ہیں وہ لاؤڈ سپیکر کی آوازیں ہیں اور وہ مائیکروفون جو لاؤڈ سپیکروں کو پیغام دے رہے ہیں وہ واشنگٹن میں نصب ہیں یا دیگر مغربی ممالک کے ان مقامات پر نصب ہیں جہاں اسلام کے خلاف حیرت انگیز اور نہایت خوفناک سازشیں ہو رہی ہیں۔ ایک وہ ملک ہے سعودی عرب جو کامل طور پر مغرب کا غلام ہو چکا ہے اور اتنا بے اختیار غلام ہے کہ ہزار کوشش بھی کرے وہ اس غلامی کے بندھن سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اس کا تمام اقتصادی سرمایہ سو فیصد مغربی ممالک کی تجوریوں میں جمع ہے اور خصوصاً امریکہ میں اور اس کا تمام تر سیاسی بقاء کا انحصار مغربی ممالک کی پشت پناہی پر ہے۔ تمام وہ ہتھیار جو فوجوں کے بقاء کے لئے ضروری ہوا کرتے ہیں وہ سعودیہ کو مغربی طاقتوں سے مل رہے ہیں اور جس دن یہ چاہیں اپنا ہاتھ روکنے کی کوشش کریں اسی دن ان کی فوجی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی انٹیلی جنس کا کلیۃً انحصار مغربی طاقتوں کی انٹیلی جنس پر ہے۔ جن کے تانتا اسرائیل سے ملتے ہیں اور دنیا خوب اچھی طرح جانتی ہے کہ آج امریکہ کی حکومت کی پالیسی واشنگٹن میں نہیں بلکہ اسرائیل میں وضع ہوتی ہے اور یہ وہ بات ہے جو ایک موقع پر ایک امریکی صدر نے اسرائیل کو مخاطب کر کے کہی تھی۔ اس نے تو اپنی طرف سے یہ کہا تھا کہ ہم یہ بات نہیں مانیں گے لیکن دنیا کو یہ معلوم ہو گیا کہ ایسی بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک امریکن صدر نے ایک موقع پر اسرائیل کی مداخلت سے تنگ آکر یہ کھلم کھلا اعلان کیا جو اخباروں میں چھپا، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر Announce کیا گیا کہ اگر اسرائیل کی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی وہ طے کرے گی تو ہم ان کو بتا دیتے ہیں کہ ہم یہ برداشت نہیں کریں گے۔ منہ سے تو یہی کہا لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ خارجہ پالیسی طے وہیں ہوتی ہے۔ صرف اسرائیل کی بات نہیں ہے امریکہ کی تمام طاقت کے سرچشمے بلا اشتباہ یہودی ہاتھوں میں ہیں۔ کوئی ایک ایسا طاقت کا سرچشمہ نہیں ہے جو حکومت کی پالیسی کنٹرول کرنے میں استعمال ہوتا ہو

جو اسرائیلی یا یہودی گرفت سے باہر ہو۔

پس وہ ملک جو ایک ایسے ملک کا غلام ہو جائے اور کلیۃً اس کی بقاء اس پر منحصر ہو جائے جو خود آگے یہودیت کا غلام بن چکا ہو اور ساری دنیا جانتی ہو کہ وہ غلام بن چکا ہے اور اگر چاہے بھی تو یہودیت کے بندھن سے وہ چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا اس ملک کے میناروں سے جو آوازیں بلند ہوں گی وہ درحقیقت اسلام کے سب سے بڑے دشمنوں کی آوازیں ہوں گی جو اسلامی دنیا تک پہنچائی جارہی ہوں گی اور اسلامی دنیا کا یہ حال ہے اور یہ ان کی سادگی ہے کہ جب وہ ان آوازوں کو سنتے ہیں تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے ہوئے ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ ایک اور آقا کی آوازیں ہیں، محمد مصطفی ﷺ کی آوازیں نہیں ہیں۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ تو تمام دنیا کے آزادوں میں سب سے بڑے آزاد انسان تھے کیونکہ وہ شخص جو کامل طور خدا کے سامنے جھکنا جان لے، سیکھ لے اور جس کا سر خدا کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنے سے انکار کر چکا ہو وہی کامل آزاد ہے لیکن وہ قومیں خواہ وہ اسلام کا نام جپتی ہوں جب وہ قومیں جو دنیاوی طاقتوں اور اسلام دشمن طاقتوں کے سامنے جھکنا سیکھ چکی ہوں نہ صرف سیکھ چکی ہوں بلکہ مجبور ہو چکی ہوں اور چاہیں بھی ان کی غلامی سے سر اونچا کرنے کی کوشش کرنے کی خواہش بھی ان کے دل میں ہو، چاہیں بھی کہ ان سے آزاد ہو جائیں لیکن نہ ہو سکیں ان کو کون آزاد کہہ سکتا ہے۔

پس یہ وہ عالمگیر سازش ہے جس میں جماعت احمدیہ ان کے لحاظ سے ایک بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ چنانچہ آپ ایک طرف تو امریکہ کے یہ نعرے سنتے ہوں گے اور کسی حد تک ان میں درستگی بھی ہوگی کہ وہ انسانی حقوق کے علمبردار ہیں اور روس اور امریکہ کی آپس کی جو گفتگو بار بار ہوتی چلی آئی ہے ابھی بھی ہوتی ہے یعنی سربراہوں کی آپس میں گفتگو ان میں آپ یہ سنتے ہوں گے کہ امریکہ روس کو بار بار یہ بات سمجھاتا ہے کہ انسانی حقوق کے تعلقات درست کرو۔ انسانی حقوق کے معاملات میں اپنا Image ، جو تصویر تم نے بنائی ہوئی ہے اس کو درست کرو تب ہمارے تعلقات بہتر ہوں گے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ وہ تمام ممالک جو بیک وقت سعودی اور امریکہ کے اثر کے نیچے آجاتے ہیں ان کو انسانی حقوق کا سبق ایسا بھول جاتا ہے جیسے کبھی یاد ہی نہیں ہوا تھا اور اسلام کے نام پر یہ مظالم کئے جاتے ہیں۔

پس ایک تو بڑا بھاری فائدہ مغربی طاقتوں کو جو کھلم کھلا نظر آرہا ہے یہ ہے کہ احمدیت کو نشانہ بنا کر سعودی عرب کے لئے مسلمان ممالک میں ہر دلعزیز ہونے کے لئے ایک نہایت آسان موقع مہیا ہو جاتا ہے۔ گویا وہ احمدیت کے اوپر پاؤں رکھ کر اپنا قد بلند کر لیتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا سیاست اندھی ہے۔ مغربی ممالک کو آپ سے براہ راست کوئی دشمنی نہ بھی ہو تب بھی چونکہ اس میں ان کا فائدہ ہے اس لئے ایک طرف جب آپ ان تک بات پہنچاتے ہیں، اپنی مظلومیت کی داستانیں ان کو سناتے ہیں، سچی ہمدردی بھی آپ سے رکھتے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پاکستان کے جہاں تک حالات ہیں آپ نے یہ تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ ضیاء کے پہلے گیارہ سال ہوں یا ضیاء کے یہ دوسرے سال ہوں جو اس کے مرنے کے بعد اسی طرح جاری ہیں۔ دونوں ادوار میں فرق کوئی نہیں ہے لیکن اس گزشتہ گیارہ سال کے عرصے میں اور اس ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں جو اس کے بعد آیا ہے بارہا مغربی طاقتوں کو یہ مواقع میسر تھے کہ اگر وہ دیانتداری سے چاہتیں تو احمدیوں کے خلاف جو آرڈیننس جاری کیا گیا تھا اسے ختم کروا سکتی تھیں لیکن ہر جوڑ پر جب سیاسی جوڑ توڑ ہوئے اور طاقت کا ایک حصے سے دوسری کی طرف انتقال ہوا اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ جہاں تک احمدیوں کے خلاف آرڈیننس کا تعلق ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور باقی رکھا جائے گا۔ اگر وہ ایک آمر کے آرڈیننس کے طور پر نہیں تو ایک Eighth Emendment کے ایک حصّے کے طور پر زندہ رہے گا۔ اسمبلی کے فیصلے کے طور پر زندہ رہے گا مگر اس بات کو یقینی بنایا گیا ہر دفعہ کہ یہ آرڈیننس ایسا مقدس ہے کہ اس کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکے کیونکہ اس کا بین الاقوامی دائروں سے تعلق ہے۔ اس میں صرف پاکستان کی سیاست کارفرما نہیں بلکہ دنیا کے بہت بڑے بڑے ممالک اور طاقتور ممالک کے مفادات اس سے وابستہ ہیں۔

دوسرا فائدہ ان کو یہ پہنچتا ہے کہ عالم اسلام میں اگر کوئی ایک جماعت ہے جو عیسائیت کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے اور ان بڑے بڑے ممالک میں ان علاقوں میں جہاں عیسائیت نے باقی تمام مذاہب کو مغلوب کر رکھا تھا یہی وہ جماعت ہے جو پانسہ پلٹ سکتی ہے اور اچانک اس کے ظاہر ہونے سے اس کے وہاں نمودار ہونے سے، اس کی کوششیں شروع ہونے کے نتیجے میں وہاں آپ دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ لوگ کثرت سے مسلمانوں کو چھوڑ چھوڑ کر عیسائی ہو رہے ہوں یا

Pagans کو چھوڑ چھوڑ کر عیسائی ہو رہے ہوں وہ عیسائیت کو چھوڑ چھوڑ کر مسلمان ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہ وہ ایک تاریخ کی گواہی ہے جو گزشتہ ایک سو سال کے اندر کہ جس کے متعلق بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں جو صد سالہ جوبلی یعنی جشن تشکر کے سلسلے میں افریقہ میں جلسے ہوئے ہیں ان میں بعض بڑے بڑے صاحبِ اقتدار سیاستدانوں نے بھی ہمارے جلسوں میں شمولیت کی اور کھلم کھلا اس بات کا اعتراف کیا کہ احمدیت وہ طاقت ہے جس نے عیسائیت کے خلاف ایک قلعہ قائم کر دیا اور صرف قلعہ ہی قائم نہیں کیا جس کے اندر بند ہو کر ہم عیسائیت کے حملوں سے محفوظ رہ سکتے تھے بلکہ پھر یہ جارحانہ طور پر باہر نکلے ہیں اور رُخ پلٹ دیئے ہیں۔ وہ علاقے جہاں کثرت کے ساتھ مسلمانوں میں سے عیسائی ہو رہے تھے آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کثرت کے ساتھ عیسائیوں میں سے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان کامیابی احمدیت کی ہے جس کو ان ممالک کے سربراہوں نے بھی دوسروں نے بھی بڑی تحسین کی نظر سے دیکھا اور کھلم کھلا اس کا اعتراف کیا۔ بعض سربراہوں کے پیغامات میں بھی اس بات کا ذکر ہوا اس لئے عیسائیت کے خلاف جو جماعت نبرد آزما ہے اور بڑی قوت اور کامیابی کے ساتھ نبرد آزما ہے اگر اس کی راہیں روک دی جائیں تو وہ ممالک جن کو عیسائیت سے اگر مذہبی محبت نہیں تو سیاسی محبت ضرور ہے۔ ان کو اس سے دوہرا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے ان کو اور اس سے زیادہ کیا چاہئے کہ ایک طرف ان کا دوست ملک جو کامل طور پر ان کا وفادار رہنے پر مجبور ہے اس کا نفوذ پھیلے گا دنیا میں۔ دوسری طرف وہ جماعت جو عیسائیت کے خلاف سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار رکھتی ہے اس جماعت کی سرگرمیوں کے اوپر پابندیاں عائد ہو جائیں گی اور اس کو بے بس اور نہتا کر دیا جائے گا۔

پس یہ وہ عالمی سازش ہے جس کے نتیجے میں صرف پاکستان کا سوال نہیں ہے تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کو بڑھتے ہوئے خطرات درپیش ہیں۔ چنانچہ اس صورت حال کو پیش نظر رکھ کر آپ کو اپنی دفاعی کارروائی کرنی چاہئے جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے اس کے متعلق میں وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ عیسائی دنیا کے ساتھ آپ کی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عیسائی دنیا خود مذہب سے ایسی تیزی سے متنفر ہوتی چلی جارہی ہے کہ اگر آپ ان کو نہ سنبھالیں اور خدا کی محبت دوبارہ ان کے دلوں میں قائم نہ کریں تو وہ کچھ بھی نہیں رہیں گے۔ اس لئے جو رقابت ہے

دراصل وہ مذہبی طور پر عیسائیت سے نہیں ہے وہ ایک سیاسی رقابت ہے۔ کیونکہ یہ وہ قومیں ہیں جو تیسری دنیا میں عیسائیت کو اپنے سیاسی نفوذ بڑھانے کے لئے استعمال کرتی ہیں اور زیادہ تر وہیں ہماری کوششوں پر پابندیاں ہیں۔ جرمنی میں کوئی پابندی نہیں ہے جو بھاری تعداد اکثریت کے لحاظ سے عیسائی ملک ہے اتنا قوی عیسائی ملک ہے، اتنا قانون کے لحاظ سے، اتنا کٹر اعیسائی ملک ہے کہ آج تک یہاں اسلام کو ایک مذہب کے طور پر تسلیم ہی نہیں کیا گیا جبکہ یورپ کے دوسرے ممالک میں اسلام ایک مذہب کے طور پر تصدیق شدہ حقیقت ہے۔ سپین میں بھی مسلمان مساجد کو یہ حق حاصل ہے حالانکہ وہاں ایک لمبا عرصہ مسلمانوں کی سپین کے باشندوں سے رقابت رہی ہے مگر باوجود اس کے آج بھی مساجد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نکاح کا اعلان کر سکیں اور اسے درست مذہبی نکاح تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر ممالک میں مثلاً ڈنمارک ہے وہاں گنتی کے چند مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود وہاں مساجد کو باقاعدہ یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح کا اعلان کریں اور اسے باقاعدہ مذہبی نکاح تسلیم کیا جاتا ہے۔ خواہ قانونی طور پر رجسٹریشن بھی ضروری ہو۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن مغربی جرمنی اتنا کٹر عیسائی ہے قانون کے اعتبار سے کہ یہاں کسی مسلمان مسجد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ نکاح کا اعلان کرے اور اس اعلان کی مذہبی حیثیت حکومت تسلیم کر لے لیکن اس کے باوجود آپ کو تبلیغ کی اجازت ہے۔ ایسی آزادی ہے جس کا سوواں حصہ بھی آپ کو پاکستان میں نصیب نہیں۔ اسی طرح دیگر عیسائی ممالک ہیں خواہ وہ کٹر عیسائی ہوں یا نسبتاً کم کٹر عیسائی ہوں آپ کو کھلی اجازت ہے لیکن ہر اس ملک میں جہاں عیسائیت کے سیاسی مفادات ہیں وہاں آپ کی زمین تنگ کی جارہی ہے اور وہاں حکومتی سطح پر شدت کے ساتھ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ احمدیت پر اتنی پابندیاں لگا دی جائیں جیسے پاکستان میں لگائی گئیں کہ یہ بالکل مجبور اور بے کس ہو کر اس طرح ان ملکوں میں ہو جائیں جیسے اسیر ہوتا ہے، آزادی کے باوجود وہ قیدی بھی ہوتا ہے، اپنی مرضی کے ساتھ، اپنی زندگی کی دلچسپیوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ احمدیت کی زندگی کی دلچسپیاں تو ہیں ہی خدا اور خدائے واحد کا پیغام پہنچانا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دین کو غالب کرنا ہے۔ پس اگر یہاں ہمارے اوپر اس نوع کی پابندیاں عائد ہو جائیں تو اس کا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان ممالک کو براہ راست فائدہ پہنچتا ہے جو عیسائیت کے نفوذ کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انڈونیشیا میں ایسا ہو چکا

ہے۔ آپ یہ سن کے حیران ہوں گے کہ وہاں ہر سال بعض اطلاعوں کے مطابق لاکھوں مسلمان عیسائی ہو رہے ہیں اور کسی ملاّں کے کان پہ جُوں تک نہیں رینگتی۔ کوئی اس کو فکر نہیں ہوتی لیکن اگر چند ہزار احمدی ہو جائیں تو آگ لگ جاتی ہے، سارے ملک میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں، یہ وہی تنظیمیں ہیں جو سعودی عرب سے پیسہ کھا رہی ہیں اور سعودی عرب اور پاکستان کے اثرات کے تابع وہ جماعت احمدیہ کو بے بس اور بے کار کر دینا چاہتی ہیں اور یہ تضاد اتنا نمایاں ہے وہ جماعت جو عیسائیت کا مقابلہ کر سکتی ہے اس کو تو آپ باندھ کے رکھ دیں اور جو اسلام پر حملہ کرنے والے ہیں اور کثرت کے ساتھ آپ کا دین بدل رہے ہیں ان کے ساتھ دوستیوں کی، تعلقات کی پینگیں بڑھائی جائیں۔

چند سال ہوئے جب میں نے انڈونیشیا جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہاں کی حکومت نے کہا کہ آپ یہاں کے لوگوں کو منظور نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مذہبی جذبات کی اس سے انگیخت ہوگی اور جب تک پاکستان کی حکومت ہمیں یہ درخواست نہ کرے کہ آپ کو آنے کی اجازت ہے اس وقت تک ہم حکومتی سطح پر آپ کو اجازت نہیں دے سکتے لیکن عیسائی بڑے بڑے ممالک کے سربراہ وہاں جاتے ہیں اور سرخ قالین ان کے رستوں میں بچھائے جاتے ہیں، ہر قسم کی خاطر و مدارات کی جاتی ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کے نفوذ کے بڑھنے سے عیسائیت کا نفوذ بڑھتا ہے تو دراصل مذہبی معاملات نہیں ہیں۔ یہ سیاست کی کھیلیں ہیں اور بے دین سیاست کی کھیلیں ہیں۔ اس لحاظ سے آپ ان لوگوں کو جو آپ کے دشمن ہیں خدا کا خوف بھی نہیں دلا سکتے۔ خدا کا خوف کس کو دلائیں گے؟ ان لوگوں کو تو خدا کا خوف دلا سکتے ہیں جو خدا کے نام پر، خدا کی محبت کی وجہ سے آپ سے دشمنی کر رہے ہیں۔ غالب نے کہا ہے کہ

؎ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

(دیوان غالب صفحہ: ۳۱۵)

کہتا ہے کیسی مصیبت میں میں مبتلا ہو گیا کہ میرا محبوب میرے رقیب کا ہم سفر ہو گیا ہے حالانکہ مجھے تو اتنا بھی اعتماد نہیں کہ اس کافر کو خدا کے سپرد کر دوں۔ بظاہر یہ گستاخی ہے کہ خدا کے سپرد

کرنے سے بہتر اور کونسی ضمانت ہوسکتی ہے لیکن غالب چونکہ قادر الکلام تھا اس لئے اس گستاخی کے حملے سے بچنے کے لئے اس نے اپنے لئے بہانے اکٹھے کئے ہوئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ

ع وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

اگر وہ مومن ہوتو اس کو تو خدا کے سپرد آدمی کر دے جو خدا سے ہی منکر ہے اس کو کس طرح خدا کے سپرد کرو گے۔ تو ہمارے دشمنوں کے اوپر تو اسی سلسلے کا اطلاق ہو رہا ہے کہ

ع وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

کیونکہ ساری دشمنیاں سیاسی ہیں اور دنیا کی اغراض کی خاطر ہیں۔ خدا کی محبت میں نہیں ہیں اور خدا کے خوف سے نہیں ہیں اس لئے آپ ان کو کس خدا کے سپرد کریں گے، کس خدا کا خوف دلائیں گے۔

یہ وہ حالات ہیں جماعت احمدیہ پر، جماعت احمدیہ عالمگیر پر جن میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں اور ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرتے ہوئے، سمجھتے ہوئے ہم کو دفاعی کارروائی کرنی ہے۔

جہاں تک دفاعی کارروائی کا تعلق ہے اس کی تفاصیل ہیں تو اس میں میں نہیں جاسکوں گا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کے دور کے کونے میں بھی احمدیت کے خلاف ایک پتا بھی کھڑکے تو میں اس کی آواز سنتا ہوں اور جس حد تک خدا نے مجھے طاقت عطا فرمائی ہے بڑی بیداری کے ساتھ فوری طور پر اس کی جوابی کارروائی کی کوشش کرتا ہوں اور جماعت میں جس حصے کے ساتھ بھی اس جوابی کارروائی کا تعلق ہوتا ہے میرا تجربہ ہے کہ جب بھی میں ان کو آواز پہنچاتا ہوں وہ ہمیشہ لبیک کہتے ہیں اور بڑی وفاداری کے ساتھ، بڑے خلوص کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور کبھی بھی انہوں نے اس بارے میں کوتاہی نہیں کی اس لئے ہم اپنے لائحہ عمل سے غافل نہیں ہیں، ہم دشمن کے حالات پر بھی گہری نظر رکھ رہے ہیں اور دشمن کی چالوں سے بھی خوب اچھی طرح باخبر ہیں اور اس کے مقابل پر ان کی چالوں کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کر رہے ہیں لیکن بعض تدبیریں جو ہم نے اختیار کیں تجربے نے بتایا کہ ان کا کوئی اثر نہیں ہے اس لئے ان تدبیروں کے رُخ بدلنے پڑے۔ بارہا آپ نے دیکھا ہوگا کبھی اس بات پر زور دیا جاتا ہے، کبھی دوسری بات پر زور دیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں ایک بات میں اس وقت آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں کہ ہم نے اس سے

پہلے خصوصیت کے ساتھ گیارہ سالہ دور میں بڑی ہمت کے ساتھ کوشش کی کہ بڑے بڑے سیاسی لیڈروں راہنماؤں، سفارتکاروں تک پاکستان کے حالات رکھیں اور جہاں تک ممکن ہوا اخبارات میں بھی ان کو شائع کریں تا کہ رائے عامہ کو ان مظالم کے خلاف بیدار کیا جا سکے۔ اس لمبے تجربے نے ہمیں ایک بات ضرور سکھائی کہ انسانی سطح پر ہم سے ضرور ہمدردیاں کی گئی ہیں، ہم اس بات کا انکار نہیں کر سکتے۔ انسانی سطح پر تو خصوصاً جرمنی نے اتنی ہمدردی کی ہے، آج یورپ کے ممالک میں سب سے زیادہ مہاجرین کو قبول کرنے والا ملک جرمنی ہے۔ اس لئے تقویٰ اور انصاف کا تقاضا ہے کہ جہاں بعض شکوے کئے جائیں وہاں بعض احسانوں کو بھی اظہار تشکر کے ساتھ قبول کیا جائے، تسلیم کیا جائے اور بتایا جائے کہ ہم آپ کے زیر احسان ہیں۔ آپ سارے جو اس وقت یہاں میرے سامنے بیٹھے ہیں وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ یورپ کے تمام ممالک میں سب سے بڑھ کر انسانی ہمدردی کا سلوک جس ملک نے کیا ہے وہ جرمنی ہے۔ اس لحاظ سے جو ہماری ذمہ داریاں ہیں شکریہ کا حق ادا کرنے کی وہ تو ایک الگ مضمون ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں اس کے باوجود اور باوجود اس کے کہ جرمن حکومت کو بار ہا صورتحال سے مطلع رکھا گیا اور تمام مظالم کی تفاصیل، سازشوں کی تفاصیل پہنچائی جاتی رہی اور باوجود اس کے کہ جرمن حکومت کی طرف سے غالباً ان کے سفیروں کے ذریعے پاکستان حکومت کو سمجھانے کی بھی کوشش کی جاتی ہوگی لیکن عملاً اس آواز میں وہ طاقت نہیں تھی، وہ زور اور وہ سنجیدگی نہیں تھی جس کے نتیجے میں کوئی دوسرا ملک اپنی پالیسی کو بدلنے پر مجبور ہو جائے۔ اظہار ہمدردی تو ہو ہی جایا کرتا ہے لیکن اظہار ہمدردی کے بھی طریق ہوا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک انسان ایک بات کو ناپسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جی مجھے پسند نہیں۔ مائیں اپنے بچوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرتی ہیں وہ شرارتیں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں نہیں نہیں رہنے دو رہنے دو اور وہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کئی دفعہ ایسے بدتہذیب گھروں میں بھی مہمان ٹھہرے ہوں گے جہاں ان کے بچے آپ کے اوپر کیچڑ اُچھال رہے ہیں، سالن گرا رہے ہیں، آپ کے کپڑے خراب، تھوک رہے ہیں اور مائیں بڑی نرمی سے کہہ دیتی ہیں نہ نہ نہ بچے ایسا نہ کرو بری بات ہے اور بچوں کو اثر ہی کوئی نہیں ہوتا۔ اس لئے بچے جانتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی میں اور سچی ناپسندیدگی میں ایک فرق ہے۔ وہ گھر جہاں مہمانوں کا احترام صحیح معنوں میں کیا جاتا ہے جہاں بچوں کو صحیح معنوں میں ادب سکھایا جاتا ہے وہاں ایک آواز باپ کی خواہ

وہ زور سے بھی نہ بلند ہوئی ہو بچوں کو فوراً اپنا مقام سکھا دیتی ہے۔ وہ شرارت سے فوراً پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ آوازیں تو اُٹھتی ہیں ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے لیکن سوال یہ ہے کہ کس حد تک ان آوازوں میں سنجیدگی ہے، کس حد تک ان میں وقار ہے، کس حد تک ان میں قوت ہے؟ آج تک ایک مغربی ملک نے بھی پاکستان کو پوری سنجیدگی اور پوری قوت کے ساتھ یہ پیغام نہیں دیا کہ ہم اس بات کو برداشت نہیں کریں گے تم ظلم میں حد سے بڑھتے چلے جارہے ہو۔ اگر دیا ہوتا تو جس قسم کا ہم جانتے ہیں وہاں کا حال ہے بیچاروں، تیسری دنیا کے ملکوں کا وہ تو فوراً اپنے پچھلے کئے ہوئے پر تھوکتے اور توبہ کرتے اور اپنے حالات کو بڑی تیزی کے ساتھ تبدیل کرتے۔ ان کی نظریں تو ان آقاؤں کو خوش کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ ہمارا ملک ہے قابل شرم بات ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کہتے ہوئے بڑی شدید تکلیف ہوتی ہے لیکن واقعہ یہی ہے۔ اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

تو آپ نے دیکھ لیا کہ گیارہ سال کی بے انتہاء منظّم، مربوط کوششوں کے باوجود عالمی سیاست میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی اور آزاد دنیا کے سیاستدانوں نے آپ کے معاملے کو ادنیٰ سی سنجیدگی سے بھی نہیں لیا لیکن اگر روس میں ایک یہودی کا حق مارا جائے، ایک سائنسدان کو اس کی آزادی سے محروم کردیا جائے تو ساری مغربی دنیا میں شور قیامت برپا ہو جاتا ہے۔ اس قدر شدت کے ساتھ روس کو مذموم کیا جاتا ہے متہم کیا جاتا ہے کہ آئندہ ایسی باتیں کرنے سے روس کو دوہری، چوہری بعض دفعہ بیسیوں گنی زیادہ احتیاط کرنی پڑتی ہے اور بہت سے انفرادی صورت میں ایک ایک قیدی ایسے ہیں جن کو ان کے دباؤ نے آزاد کروا دیا لیکن کتنے احمدی قیدی ہیں ایک احمدی قیدی بتائیں جن کو مغربی طاقتوں کے دباؤ نے آزاد کروایا ہو، ایک بھی نہیں ہے۔

جب یہ پاکستان کے حالات تبدیل ہوئے اور بظاہر جمہوریت کا سورج بلند ہوا تو اس سے اس کے آثار کو دیکھتے ہوئے صدر پاکستان نے تمام ان موت کے قیدیوں کی سزا معاف کردی جن کو مارشل لاء نے موت کی سزا سنائی تھی۔ یہ کوئی انسانی ہمدردی کا واقعہ نہیں تھا یہ ایک سیاسی چال تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پیپلز پارٹی نے آ کے اگر مارشل لاء کے قیدیوں کی سزائیں معاف کیں تو سارا سہرا ان کی طرف چلا جائے گا اور یہ ملک میں ہر دلعزیز ہو جائیں گے تو کیوں نہ ہم ان کے آنے سے پہلے یہ اقدام کرلیں لیکن ایک استثناء رکھا وہ چار قیدی جو واقعۃً معصوم تھے، جن کو محض مذہب کی دشمنی کے نتیجے

میں موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ اس حکم میں ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا اور اس بخشش کا فیض ان تک نہیں پہنچا۔ کہاں تھے وہ مغربی آزادی کے علمبردار ممالک جب انہوں نے یہ دیکھا تو کیوں اس بات پر شور نہ مچایا؟ کیونکہ ایسا واقعہ تھا جو بڑی کراہت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش ہو رہا تھا کہ سارے قیدیوں کو جو واقعۃً مجرم ہیں، جو قاتل ہیں، جو زانی ہیں، جنہوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اپنی ہوس پورا کرنے کی خاطر مظالم کئے اور پھر ان کو قتل کر دیا۔ ان سب کی سزائیں تو انہوں نے معاف کر دیں اگر وہ مارشل لاء نے جاری کی تھیں لیکن چار احمدی قیدیوں کو تم معاف نہیں کر سکے، جن کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بعد میں جو واقعہ ہوا ہے وہ اس طرح ہوا کہ پھر پیپلز پارٹی کے پاس سوائے اس کے چارہ نہیں رہا کہ اچھا اگر مارشل لاء کے موت کے سزا پانے والے معاف نہیں ہوتے تو باقی سب کو معاف کر دیا جائے اور اس عام معافی میں ان چار کو بھی اللہ تعالیٰ نے نجات بخشی۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی مدد تھی کسی غیر ملک کی سیاسی دباؤ کا نتیجہ نہیں تھا۔

اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ایک رستہ تو وہ ہے جو میں آخر پر ابھی ذکر کروں گا اور ایک یہ ہے کہ اس پالیسی کو تبدیل کر کے ہمیں لازماً عوام الناس تک پہنچنا ہوگا۔ آج کی سیاست اپنے ملکوں میں کمزور بھی ہے اور عوام الناس کی مرضی کے خلاف آج کا سیاستدان کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ آپ اگر ان سے درخواست کریں گے یا انسانی ہمدردی کے نام پر کوئی دردناک واقعات ان کے سامنے لا کر پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر ان کو یہ خطرہ ہو کہ ہماری اپنی Constituencies ہمارے اپنے حلقۂ انتخاب میں عوامی دباؤ اس بات کے خلاف بڑھ رہا ہے اور اس کا اثر ان کے ووٹوں پر پڑے گا تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا وہ انکار نہیں کر سکتے اور اب تک ہم نے ان آزاد ممالک کے عوام تک براہ راست بات پہنچانے کی ویسی کوشش نہیں کی جیسے کہ حق تھا۔

اس لئے آج کے بعد سے میں نے منصوبہ بنایا ہے اور میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ اس پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں پورا تعاون کریں گے جیسا ہمیشہ کرتے ہیں اور مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں امریکہ میں بھی اور مغربی یورپ کے ممالک میں بھی اور دیگر مغربی ممالک میں بھی اور مشرقی ممالک میں بھی اس قوت کے ساتھ ہم نے اس آواز کو بلند کرنا ہے کہ سیاستدانوں تک اس کی بازگشت براہ راست ہمارے ذریعہ نہیں بلکہ اپنے ووٹروں کے ذریعے پہنچنی شروع ہو جائے۔ وہ

اخلاقی دباؤ ڈالنا شروع کریں کہ یہ ظلم ہو رہا ہے، ہمارا ملک آزادی کا علمبردار ہے، انسانی حقوق کی حفاظت کا علمبردار ہے اس لئے ہم یہ بدنامی مزید برداشت نہیں کر سکتے۔ تو کوشش اور جدوجہد ہے ہم تو جاری رکھیں گے، ہم توڑنے والی قوم نہیں ہیں۔ ہم وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تخلیق میں ناکامی کا خمیر ہو۔ **کوئی دنیا کی طاقت احمدیت کا سر نہیں جھکا سکتی یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔** ہر قربانی کے لئے ہم تیار ہیں۔ **خدا کی تقدیر جو ہم سے چاہتی ہے ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے لیکن غیر کے سامنے کبھی نہیں کریں گے۔** لڑائی ہے تو ٹھیک ہے جاری رہے گی، سو سال جاری رہے، خدا کی تقدیر جب تک چاہے ہم خدا کے حضور اپنے سر جھکاتے ہوئے اس عظیم جہاد میں ہمیشہ مصروف رہیں گے اور اپنی طاقت کو پہلے سے زیادہ بڑھاتے چلے جائیں گے۔

لیکن یہ محض اس لئے کریں گے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی کوششوں کو ان کے منتہاء تک پہنچاؤ، آخری حد تک۔ ہمارا انحصار ان کوششوں پر نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد جو میں آپ کو بتا رہا ہوں اور اس کے علاوہ بہت سی کارروائیاں کرنے کے باوجود ہم تھوڑے ہیں اور ناطاقتی ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر طاقتور کو ہمیشہ غصہ آتا ہے۔ ہم کمزور ہیں، ہماری تعداد اتنی نہیں، ہمارے پاس نہ دولت ہے، نہ سیاسی قوتیں ہیں اس لئے دنیا کے ایک ملک میں بھی جماعت احمدیہ کو اتنی بھاری تعداد حاصل نہیں ہوئی کہ وہاں کی سیاست آپ کی حمایت پر مجبور ہو چکی ہو۔ اس لئے کوشش تو کی جائے گی اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے لیکن یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک آسمان پر آپ حرکت نہ پیدا کریں اور وہ حرکت آسمان سے زمین پر منتقل نہ ہو اور یہی وہ مضمون ہے جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور اپنے کمزور اور بے بس اور نہتے بندوں کے متعلق یہی حکم ہے جو اس نے صادر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (محمد:۱۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ان لوگوں کا مولیٰ ہے جو ایمان لے آئے۔ وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔ اب کہنے کو تو یہ مضمون بڑا آسان ہے اور سنتے ہی سمجھ آجاتا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت مشکل مضمون ہے جو یہاں بیان ہوا ہے۔

آج واقعات کی دنیا میں ہمارا کوئی مولیٰ دکھائی نہیں دے رہا۔ نہ مشرقی طاقتیں آپ کی

مولیٰ ہیں نہ مغربی طاقتیں آپ کی مولیٰ ہیں، نہ ملک پاکستان کی اندرونی طاقتیں آپ کی مولیٰ ہیں، نہ پاکستان سے باہر کی بیرونی طاقتیں آپ کی مولیٰ ہیں۔تو قرآن کریم یہ کیا فرما رہا ہے؟ اَنَّ اللّٰہَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ آپ کے دشمنوں کے سارے مولیٰ بنے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی دنیا کی عظیم سلطنتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔اب یہ معاملہ ایک ملک کے ملاّں تک محدود نہیں رہا بلکہ عظیم سیاسی طاقتوں تک جا پہنچا ہے اور خدا کہتا ہے ان کا کوئی مولیٰ نہیں **اور وہ جن کا کوئی مولیٰ نہیں ان کے متعلق فرماتا ہے اللہ ان کا مولیٰ ہے۔** اس میں دو پیغامات ہیں۔ ایک یہ کہ باوجود اس کے کہ دنیا تمہیں ہر طرف سے چھوڑ دے اور دھتکار دے، نہ تمہارے دائیں بازو پر کوئی حمایتی کھڑا ہو نہ تمہارے بائیں بازو پر کوئی حمایتی کھڑا ہو لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ کرنا کہ تم اکیلے ہو۔ **کائنات کا خدا جو ساری قوتوں کا سرچشمہ اور مالک ہے، وہ تمہارے ساتھ ہے اس مضمون کو کبھی تم نے نہیں بھلانا اور دوسری طرف یہ بھی خیال کرنا کہ جن کے متعلق تم سمجھ رہے ہو کہ آج ان کے دائیں پر بھی ایک مضبوط طاقت کھڑی ہے اور ان کے بائیں پر بھی ایک مضبوط طاقت کھڑی ہے۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ بے وفا طاقتیں ہیں۔ایسے حالات پیدا ہوں گے اور خدا ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ وہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گی۔تب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بیان کردہ عظیم الشان خوشخبری تم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھو گے** اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ تم سمجھتے تھے کہ آج امریکہ بھی ہمارا دوست ہے اور سعودیہ بھی ہمارا دوست ہے اور مغربی طاقتیں بھی ہمارے ساتھ ہیں اور بعض مشرقی ممالک بھی ہمارے ساتھ ہیں تم دیکھو گے کہ وہ بالکل نہتے اور بے سہارا اور بے دوست اور بے یار و مددگار رہے۔ پس یہ وہ نہیں ہے جو ہم چاہتے ہیں، یہ وہ بات میں بیان کر رہا ہوں جو خدا کی تقدیر ہمیشہ ایسا کیا کرتی ہے۔ **اگر ان لوگوں نے توبہ نہ کی، اگر انہوں نے استغفار سے کام نہ لیا، اگر انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے ہوئے سر نہ جھکائے اور خدا تعالیٰ سے بخشش طلب نہ کی تو یہ وہ مقدر ہے جو ان کے لئے لکھا گیا ہے۔** پس آپ کو کس بات کا خوف ہے؟ کوئی خوف نہیں ہے۔ زمینی کوششیں ضرور کریں گے اور ہمیں کرنا چاہئیں کیونکہ خدا کا یہ حکم ہے لیکن ہمارا انحصار ہمیشہ آسمان کی کوششوں پر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک خدا ہے جو تمہارا مولیٰ ہے۔تم ضرور کوششیں کرنا یہ بھی دیکھ لینا کہ تمہاری ہوشیاریاں، تمہاری حکمتیں،

تمہارے منصوبے کیا کیا کر دکھاتے ہیں؟ جب ہر طرف سے تم کوشش کر کے تھک چکے ہو گے تب تمہیں خدا بتائے گا کہ تمہاری طاقت کا سرچشمہ یہ دنیا کی طاقتیں نہیں بلکہ میں تھا اور ہمیشہ سے میں ہوں اور میں کبھی تمہیں نہتا نہیں چھوڑوں گا۔ اس لئے آپ جیتی ہوئی قوم ہیں، آپ کو کسی پہلو سے مغلوب اور مفتوح ہونے کے تصور کو قبول نہیں کرنا چاہئے، دھتکار دینا چاہئے اس وہم کو۔ اپنے سر بلند کر کے پھریں، ایک معمولی بادشاہ کی حمایت کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ دیکھا نہیں کہ اس کا سر کتنا بلند ہو جاتا ہے تکبر سے۔ چار پیسے مولوی کو مل جائیں تو وہ موٹریں لے کر پھرتا ہے سمجھتا ہے کہ میں نے ساری دنیا کے اوپر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ جس کو یقین ہو اور کامل اعتماد ہو کہ خدا میرے ساتھ اس کو کتنا بڑا حوصلہ نہیں ہونا چاہئے، اس کے عزم کا سر کتنا بلند ہو جانا چاہئے اس بات پر غور کریں۔

اس لئے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ وہم دل میں نہ لائیں کہ آپ کو دنیا کی کوئی طاقت شکست دے سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ آپ کا مولیٰ ہو اور اللہ کو مولیٰ بنانے کے لئے آپ کو بھی تو اس کا مولیٰ بننا پڑے گا۔ یہ نہیں ہوا کرتا کہ آپ کسی دوست سے بے وفائیاں کریں، اس کی طرف پیٹھ پھیر کے دوڑیں، اس کے ہر حکم کی نافرمانی کریں اور پھر یہ کہیں کہ وہ میرا دوست ہے۔ کچھ دیر تک شرفاء اپنے تعلق کو قائم رکھا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض اور رشتوں اور تعلقات کی خاطر قائم رکھتے ہیں اور فوراً ان کی ناراضگی دکھائی نہیں دیتی۔ ایک امیر دوست جس کے بہت سے تعلقات ہوں جب وہ مر جاتا ہے تو بعض دفعہ اس کے بچوں سے ان کی نالائقیوں کے باوجود دوسرے امیر ساتھی اور دوست اچھے تعلقات رکھتے ہیں، حسن سلوک سے کام لیتے ہیں مگر آخر کب تک۔ اس لئے یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہونا خود ہمارے لئے ایک بہت بڑی تائید الٰہی کی ذمہ داری ہے، تائید الٰہی کے نشانی ہے اور تائید الٰہی اس کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان قوموں کو بھی چھوڑ دیا کرتا ہے جو نیک ناموں کی طرف منسوب ہوں اور خود اس خدا سے تعلق منقطع کر دیں۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ط (الحشر: ۲۰) دیکھو ان لوگوں کی طرح نہ بننا کہ جنہوں نے خدا سے تعلق قائم کر کے اس کو بھلا دیا لیکن ایک ایسا وقت آتا ہے کہ خدا بھی ان کو بھلا دیا کرتا ہے اور اس طرح بھلاتا ہے کہ وہ اپنے فائدے اور نقصان سے بھی غافل ہو جایا کرتے ہیں۔

پس آپ سب لوگ جو میری آواز کو براہ راست سن رہے ہیں یا بعد میں کیسٹس کے ذریعے یا چھپے ہوئے خطبات کے ذریعے میرا پیغام ان تک پہنچے گا ان کو میں آخری نصیحت یہی کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں بہت ہی نازک دور ہے۔ **تمام دنیا کی طاقتوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ ایک خدا کی طرف سے آواز ہے کہ ہاں میں تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں اور میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اس خدا کو اگر آپ نے ناراض کرلیا تو آپ نہ دنیا کے رہیں گے نہ آخرت کے رہیں گے، کچھ بھی آپ کا باقی نہ رہے گا۔** اس لئے اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے اعمال کی نگہداشت کریں اور پہلے سے بڑھ کر ان پر نگران ہو جائیں اور کوشش کریں کہ آپ سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جس کے نتیجے میں آپ خدا کی ناراضگی مول لینے والے ہوں اور پھر یہ دعویٰ نہ کرسکیں کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے۔ بہت بڑا دعویٰ ہے ”اللہ ہمارا مولیٰ ہے“۔ اس معمولی سی تبدیلی کے نتیجے میں جو ہر شخص کے لئے اندرونی طور پر آسان ہے، ناممکن نہیں ہے، ایک فیصلہ کرنے کی دیر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ دفعۃً دنیا کے اندر حالات تیزی کے ساتھ تبدیل ہونے شروع ہو نگے۔ عظیم الشان ایسی باتیں وجود میں آنے لگیں گی جن کا آپ کی کوششوں سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوگا اور میں نے اس بات کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔ ہم ایک سمت میں کوششیں کرتے رہتے ہیں، کرتے رہتے ہیں کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا ہوتا اور جب دعا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ دوسری سمتوں سے ایسے حیرت انگیز فضل نازل فرماتا ہے کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی وہ نہیں ہوتا۔

اس مضمون سے متعلق میں انشاء اللہ جلسہ سالانہ پر بھی کچھ گفتگو کروں گا اور اب چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے، کافی زیادہ ہو رہا ہے میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں۔ باقی انشاء اللہ نصف گھنٹہ تقریباً ہے نمازیں ختم ہوتے ہوتے تک پندرہ منٹ رہ جائیں گے تو پندرہ منٹ کے بعد جمعہ ختم ہونے کے بعد آپ دوست کوشش کریں کہ دوبارہ اس پنڈال میں پہنچ چکے ہوں۔ پھر افتتاحی اجلاس ہوگا انشاء اللہ اور اس کے بعد پھر کوئی اور پروگرام نہیں ہے سوائے اس کے وہ ملاقاتیں ہوں گی جن کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اگر پندرہ منٹ ناکافی ہوں تو کچھ دیر اور چند منٹ انتظار کیا جا سکتا ہے۔ حضور نے امیر صاحب سے استفسار فرمایا۔

What you propose here fifteen minutes enough after we finish

here or you would require some more time? Here may be some pople who want to go to toilet or do some thing.Better reach here within half an hour.

آدھا گھنٹہ انشاء اللہ جمعہ ختم ہونے کے بعد سے شروع ہوگا۔ آدھا گھنٹہ تک ہم آپ کو دیتے ہیں یعنی ہم سب یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم فارغ ہو جائیں گے باقی اپنی ضروریات سے اور واپس یہاں پہنچ جائیں گے انشاء اللہ۔ اس میں دیر نہ کریں پھر۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:-

میرے ساتھ مسافر بھی قصر کریں گے یعنی عصر کی اور مقامی دوست بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر اپنی چار رکعتیں پوری کریں گے۔